امام سفیان ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۱)

نام و نسب سفیان نام - ابو عبد اللہ کنیت - امیر المومنین فی الحدیث لقب، عراق کے مشہور شہر کوفہ میں ۹۷ھ کو پیدا ہوئے سن رشد کو پہنچتے ہی ان کی تعلیم شروع ہو گئی اور عنفوان شباب میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔

ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں لوگوں کو امام ثوری سے اس وقت فتوے پوچھتے دیکھا جب کہ ابھی ان کی داڑھی نہیں نکلی تھی [۱]

آپ کا سلسلۂ نسب قبیلۂ مضر کے ایک شخص ثور بن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ تک پہنچتا ہے اسی کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ ثوری کہلائے [۲]

علم سے خاندانی تعلق آپ کے والد سعید بن مسروق کوفہ کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے - ان کو ابراہیم تیمی، سلمہ بن کہیل، ابو وائل، اور امام شعبی جیسے کبار تابعین سے شرف تلمذ حاصل تھا امام عجلی اور امام نسائی اور امام الجرح والتعدیل امام علی بن مدینی نے ان کی توثیق فرمائی ہے [۳] حافظ ذہبی فرماتے ہیں ان ابا کان من علماء الکوفۃ [۴]

آپ کی والدہ جو ام سفیان کے نام سے مشہور تھیں کچھ زیادہ پڑھی لکھی تو نہ تھیں - البتہ صالح اور نیک بہت تھیں - علامہ ابن الجوزی نے انہیں "صفۃ الصفوۃ" میں کوفہ کی صالح بیبیوں میں شمار کیا ہے اور ان سے دو ایسے ملفوظ نقل کئے ہیں جو ہر زمانہ میں ہر ماں کو یاد رکھنے ضروری ہیں - اور اولاد کی تربیت میں انہیں مشعل راہ بنانا لازم

(۱) طالبعلمی کے زمانہ میں اپنے لڑکے امام سفیان سے کہا "بیٹا علم حاصل کرو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کرونگی"

(۲) "بیٹا! جب دس کلمات لکھ چکو تو دیکھو ان سے تمہارے کردار و گفتار اور حلم و وقار میں کتنا اضافہ ہوا ہے اگر کچھ اضافہ نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ وہ علم تمہارے لئے اگر ضرر رساں نہیں تو نفع بخش بھی نہیں ہے [۵]

---

[۱] صفۃ الصفوہ لابن الجوزی ص ۱۲۴ ج ۳ [۲] نسب کے متعلق پوری بحث انساب سمعانی میں ہے ورق ۱۱۷ [۳] تہذیب التہذیب ص ۸۲ ج ۴ [۴] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۹۲ ج ۱ [۵] صفۃ الصفوۃ ص ۱۱۶ جلد ۳ -

امام صاحب کے دو بھائی عمر اور مبارک بھی تعلیم یافتہ تھے انہوں نے بھی امام صاحب کی طرح ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد سعید سے پائی تھی۔[1]

اساتذہ اپنے والد کے علاوہ امام موصوف کو ایسے ایسے نامی گرامی چوٹی کے علماء سے تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ جن کی صحبت نے آپ کو مس خام سے کندن بنا دیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں آپ کی اساتذہ کی طویل فہرست دی ہے۔[2] ان میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ابواسحاق شیبانی ۔ ابواسحاق سبیعی ۔ سلمہ بن کہیل ۔ حبیب بن ابی ثابت ۔ امام اعمش ۔ عاصم احول سلیمان تیمی ۔ حمید طویل ۔ عبداللہ بن دینار ۔ عمرو بن دینار ۔ محمد بن منکدر ۔ ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اساتذہ کی فہرست پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے تحصیل علم کے لئے تمام اسلامی ممالک مصر و شام، یمن و حجاز اور عراق و نجد کا سفر کیا۔ اور ہر ملک کے ممتاز اصحاب سے خوشہ چینی کی ہے یہ اسی کدو کاوش اور سعی و جہد کا نتیجہ ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں آسمانِ علم پر آفتاب نصف النہار بن کر چمکے۔ ہزارہا بندگانِ خدا کی سینوں کو نورِ علم سے منور کیا اور لاکھوں گم گشتہ بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم کی شاہراہ اعظم پہ گامزن کیا۔

طلب علم کا اشتیاق اگرچہ آپ عنفوانِ شباب میں علوم مروجہ سے فارغ ہو چکے تھے اور تعلیم و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ تاہم بمصداق اطلبوا العلم من المھد الی اللحد حیات مستعار کے آخری لمحات تک برابر علم کی تلاش و جستجو میں لگے رہے۔ جہاں کسی ایسے صاحب علم کے متعلق معلوم ہوا کہ ان کی خدمت میں حاضری معلومات میں مزید اضافہ کی موجب ہوگی۔ تو آپ نے بلاجھجک ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہونے کی کوشش کی۔ اور اگر کسی مجبوری کی بنا پر ان کے پاس پہنچنا مشکل ہوا۔ تو انہیں اپنا عذر بیان کرتے ہوئے اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ یمامہ کے محدث عکرمہ بن عمار حج کو تشریف لائے تو آپ اطلاع پا کر اپنے تلمیذ رشید امام عبدالرحمان بن مہدی کی معیت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنے کی التجا کی۔ شیخ نے درخواست منظور کرتے ہوئے بہت سی احادیث آپ کو لکھا دیں۔ آپ نے درخواست کی کہ حدثنا یا سمعت جیسے دال بر لقا الفاظ سے بیان کیجئے۔ تاکہ

---

[1] تہذیب ص۱۵۲ جلد۴ [2] تہذیب التہذیب ص۱۱۱ جلد۴۔

انقطاع کا احتمال نہ رہے[۱]۔ آپ ایک دوسرے شیخ عمری سے پڑھنے لگے تو انہیں بھی ہر ہر حدیث پر روکتے اور اصرار کرتے کہ ایسے الفاظ سے حدیث بیان کی جائے جو تلمیذ اور شیخ کی ملاقات اور سماع پر دلالت کریں۔ جیسے سمعت۔ حدثنی وغیرہ[۲]۔ جب آپ اپنے آخری ایام میں امام خلیفہ مہدی کے خوف سے بصرہ میں روپوش تھے تو آپ نے وہاں کے محدث سلیمان بن مغیرہ کو لکھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا کچھ ایسا ذخیرہ موجود ہے جو میرے پاس نہیں ہے اور آپ جانتے ہیں کہ روپوشی کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ لہٰذا التماس یہ ہے کہ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو میرے ہاں تشریف لائیں۔ اور ان احادیث کی تعلیم سے مجھے محظوظ فرمائیں۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور آپ نے ان سے سماع حدیث کیا۔ ایسے ہی آپ نے دوسرے کئی اہل علم کو دعوت دی اور ان سے کسب فیض کیا[۳]۔ جب آپ سے کوئی حدیث یا کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جاتا جس کا علم نہ رکھتے تو یہ چیز آپ کو نہایت شاق گذرتی۔ جب تک اس کمی کی تحقیق نہ کر لیتے چین سے نہ بیٹھتے[۴]۔

حافظہ | حافظہ بلا کا پایا تھا آپ کے حفظ و اتقان کی تمام آئمہ حدیث نے شہادت دی ہے۔ ان کا اپنا بیان ہے۔

ما استودعت قلبی شیئاً فخاننی فیہ	جو چیز میں نے اپنے دل کے سپرد کی اس نے کبھی اس میں
حتی انی لامر علی الحائك يتغنی فاسد	میری خیانت نہیں کی۔ بعض اوقات جب میں کسی گانے والے
اذنی مخافۃ ان احفظ ما یقول[۵]	نوربافت کے پاس سے گذرتا ہوں تو اس خوف سے اپنے کان بند کر لیتا ہوں
	کہ کہیں اس کی لغو باتیں میرے لوح حافظہ پر نقش نہ ہو جائیں۔

یحییٰ بن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام ہیں فرماتے ہیں میں نے امام ثوری سے زیادہ قوی الحافظہ کوئی شخص نہیں دیکھا[۶]۔

یہ بھی فرمایا کہ میرے دل میں جتنی محبت اور قدر امام شعبہ کی ہے دوسرے کسی کی نہیں۔ مگر جب سفیان ان کی مخالفت کریں تو میں امام سفیان کی بات کو ترجیح دیتا ہوں[۷]۔

امام شعبہ خود فرماتے ہیں جب امام ثوری کوئی حدیث مجھ سے مختلف بیان کریں تو ان کی بیان کردہ حدیث

۱۔ تقدمہ ص ۱۱۷ ۲۔ ایضاً ص ۶۸ ۳۔ ایضاً ص ۱۱۷ ۴۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۹۱ جلد اول ۵۔ البدایہ والنہایہ ص ۱۳۴ / ۱۶۰
۶۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۶۳ ۷۔ تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۶۳

زیادہ لائق اعتبار ہے[۱]

نیز فرمایا "جب کوئی شخص مجھے اپنے شیخ کی طرف سے کوئی حدیث بیان کرتا اور میں اس شیخ سے پوچھتا تو ضرور اس میں کچھ مخالفت پاتا۔ مگر امام سفیان کی بیان کردہ حدیث میں شیخ سے پوچھنے پر کوئی کمی و بیشی ثابت نہ ہوتی"[۲]

امام نسائی فرماتے ہیں امام ثوری کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ ان کے متعلق ثقہ اور قابل اعتبار کا لفظ استعمال کیا جائے۔ آپ ان آئمہ حدیث میں سے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اہل ورع اور اہل تقوےٰ کی پیشوائی کے لئے منتخب فرمایا ہے[۳]

امام یحییٰ قطان کا بیان ہے میں نے اٹھارہ انیس سال کے بعد امام ثوری سے عمرو بن مرہ کی حدیث بیان کرنے کے لئے کہا فرمانے لگے ایک دفعہ پہلے تم سے بیان کر چکا ہوں[۴]

امام وہب قوت حفظ میں امام ثوری کو امام مالک پر مقدم سمجھتے تھے[۵]

ایک دفعہ آپ مدینہ کے مشہور محدث ہشام بن عروہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنے کے لئے کہا۔ شیخ نے آپ کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشا اور دیر تک احادیث بیان کرتے رہے جب بیان کر چکے تو امام صاحب نے کہا اگر اجازت ہو تو میں یہ حدیث آپ کو سنا دوں؟ شیخ نے کہا سنایئے! اس پر آپ نے وہ تمام احادیث زبانی سنا دیں اور ایک حرف میں بھی کمی بیشی نہیں ہونے دی۔ فارغ ہو کر آپ باہر چلے آئے پھر شیخ نے طلبہ حدیث کو اندر آنے کی اجازت دی اور سبق شروع ہو گیا۔ جب شیخ کوئی حدیث بیان کرتے تو طلبہ اس حدیث کے لکھانے پر اصرار کرتے۔ شیخ فرماتے جیسے تمہارے رفیق سفیان ثوری زبانی یاد کرتے ہیں ویسے تم بھی زبانی یاد رکھنے کی کوشش کرو۔ سب طلبہ بیک زبان بولے ہم میں ان جیسی قوت یادداشت کہاں؟ لہٰذا لکھنے پر مجبور ہیں[۶]

امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ جب کوئی شخص امام ثوری کی مخالفت کرے تو امام ثوری کی بات کو ترجیح ہو گی[۷]

امام اوزاعی کہتے ہیں امام ثوری کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں رہا جس کی صحت حدیث اور پسندیدہ اطوار

---

[۱] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۶۳ [۲] ایضاً ص۶۷ [۳] تہذیب التہذیب ص۱۱۴ جلد۴ [۴] تقدمۃ الجرح ص۶۶

[۵] ایضاً ص۶۳ [۶] تاریخ بغداد للخطیب ص۱۶۳ ج۹ [۷] تہذیب الاسماء واللغات ص۲۲۲ ج۱

پر تمام امت کا اجماع ہو۔[۱]

فراست آپ کو فراست اور دانشمندی سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔ جس چیز کے متعلق اندازہ فرماتے تھے عموماً آپکا اندازہ صحیح ثابت ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ طلب حدیث کے سلسلہ میں اسماعیل بن ابی خالد کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یحیی بن سعید قطان بھی ان کے پاس تحصیل علم میں مصروف تھے انہیں کہنے لگے آؤ! میں تمہیں شیخ کی دس ایسی احادیث بیان کرتا ہوں جو تم نے ان سے نہیں سنیں۔ یحیٰی کہتے ہیں پھر آپ نے آٹھ وہ احادیث بیان کیں جو میں نے واقعی شیخ سے نہیں سنی تھیں۔ اور آپ کا اندازہ صحیح ثابت ہوا[۲] فریابی کا بیان ہے ہم متعدد طلبائے حدیث تعلیم کے سلسلہ میں کوفہ آئے ہوئے تھے اور ایک مکان میں اکٹھے رہتے تھے ایک دن آپ ہمارے ہاں تشریف لائے نماز کا وقت آیا تو ہم نے وضو کرنے کے لئے کنویں سے پانی کا لوٹا بھر کر دیا۔ پانی کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ فرمانے لگے اس پانی کا رنگ خراب کیوں ہے؟ ہم نے عرض کیا جب سے ہم اس مکان میں آئے ہیں اس کا رنگ ایسا ہی ہے۔ فرمانے لگے اس کے قریبی چاروں طرف کے کنوؤں سے ایک ایک ڈول بھر لاؤ۔ ہم فوراً اٹھے مشرقی، مغربی، شمالی اور جنوبی کنوؤں سے پانی کا ایک ایک ڈول بھر لائے۔ وہ پانی صاف اور ستھرا ہوا تھا۔ دیکھ کر فرمانے لگے تمہارے اس کنویں میں ضرور کچھ نقص ہے ہم نے کھود کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بیت الخلا کی نالی کا پانی رس رس کر اس میں شامل ہو رہا ہے۔ آپ نے پوچھا آپ لوگ اس مکان میں کتنے عرصہ سے رہتے ہیں۔ ہم نے کہا عرصہ چار سال سے ہم یہاں مقیم ہیں۔ فرمایا چار سال کی نمازیں مغرب و فجر کی سنتوں اور وتر سمیت قضا کرو۔[۳]

عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں میں آپ سے حماد بن زید کی احادیث کے متعلق مذاکرہ کرتا تھا۔ اور ان کا نام نہیں بتاتا تھا جب حماد آتے تو آپ ان سے ان احادیث کے متعلق سوال کرتے۔ یعنی آپ معلوم کر لیتے کہ یہ احادیث انہیں کی ہیں۔ حماد سن کر متعجب ہوتے اور آپ کی فطانت اور فراست کی داد دیتے تھے۔[۴]

علم و فضل علم و فضل کا لوہا اس دور کے مخالف و موافق سب اہل علم نے مانا ہے۔ آپ کا شمار ان معدودے چند ہستیوں میں ہے جن پر اللہ تعالےٰ نے ہر طرح کی کرم بخشی فرمائی۔ اور علم و ادب کا انہیں وہ اونچا مقام بخشا

[۱] تذکرۃ الحفاظ صـ۱۹۱ جلد اول [۲] تقدمہ صـ۶ [۳] تقدمہ صـ۶ غالباً غایت ورع کی بنا پر ایسا فرمایا۔ واللہ اعلم [۴] تقدمہ صـ۶۱

جوان کے دور کی پوری آبادی میں بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا ہے۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔

حجاز کے محدث اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام ابن عیینہ کہتے ہیں میں امام سفیان ثوری کا غلام بے دام ہوں۔ میں نے ان سے بڑھ کر حلال و حرام کا علم رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا[1]۔ علم ان کی آنکھوں کے سامنے حاضر رہتا ہے اس سے جو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ اور جو چاہتے ہیں چھوڑ دیتے ہیں[2]

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے میں نے روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو علم میں ان سے بڑھا ہوا ہو[3] میں نے گیارہ سو شیوخ سے استفادہ کیا مگر کسی کو ان سے افضل نہیں پایا[4]

شام کے محدث اور نامی فقیہ امام اوزاعی نے عبداللہ بن یزید کو لکھا آپ کا وہ مکتوب ملا جس میں آپ نے علم کے مٹ جانے اور علماء کے ختم ہو جانے کی شکایت کی ہے اگر آپ کو علماء کے اٹھ جانے کا آج احساس ہوا ہے تو آپ کی غفلت کا کیا کہنا، جناب من علما کو ختم ہوئے تو مدتیں بیت چکی ہیں۔ مختلف ممالک میں جو بچے کھچے باقی تھے انہیں بھی آنکھیں بند کئے ہوئے کئی سال ہوئے۔ آج روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو سب کے نزدیک پسندیدہ ہو صحتِ حدیث اور وفورِ علم میں سب امت کا اس پر اتفاق ہو اور اگر کوئی ہے تو وہ فقط کوفہ میں رہنے والے سفیان ثوری ہیں[5]۔ استاذ الائمہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں پہلے عراقی لوگ ہمارے پاس کپڑے اور درہم و دینار بھیجا کرتے تھے اب ہمارے لئے وہاں امام سفیان ثوری کی بدولت علم کا شیریں چشمہ بھی ابل پڑا ہے[6]

وسعتِ علم کا یہ حال تھا کہ آپ سے استفادہ کرنے والے بجا طور پر محسوس کرتے تھے کہ بڑے بڑے شیوخ پر علم میں آپ کا پلہ بھاری ہے۔ دقیق اور پیچیدہ مسائل کی جس طرح آپ عقدہ کشائی کرتے تھے دوسرے اس سے عاجز تھے۔

یونس بن عبید کہتے ہیں میں نے کوئی عالم سفیان ثوری سے بہتر نہیں دیکھا کسی نے کہا آپ عطا بن ابی رباح، سعید بن جبیر، اور مجاہد جیسے کبار تابعین اور اساطین علم کی خدمت میں رہے ہیں اور پھر یہ فرما رہے ہیں؟ بولے بخدا! جو میں کہہ رہا ہوں صحیح کہہ رہا ہوں۔ میں نے امام سفیان ثوری سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا

[1] تہذیب الاسماء ص۲۲۳ [2] تاریخ بغداد ص۱۶۲ جلد ۹ [3] تقدمہ ص۵۶ [4] البدایہ والنہایہ ص۱۳۴ جلد ۱۰

[5] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۵۵ [6] تہذیب التہذیب ص۱۱۵ جلد ۴ [7] تہذیب الاسماء واللغات ص۲۲۲ ج ۱

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب میں کسی مغلق اور دقیق مسئلہ کے حل سے عاجز آجاتا ہوں تو امام سفیان ثوری کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ اسے اس خوبی سے حل فرماتے ہیں کہ میں محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے ایک بحرِ ناپیدا کنار میں غوطہ لگایا ہے۔[1]

تفسیر قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرنے میں بھی آپ یکتائے روزگار تھے۔ فرمایا کرتے تھے مناسک حج اور قرآن کریم کی تفسیر مجھ سے سیکھو۔ مجھے اس میں کامل دسترس حاصل ہے۔[2]

آپ کے شاگرد رشید امام عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ آپ عموماً قرآن حکیم ہاتھ میں لے لیتے اور ایک ایک آیت کی تفسیر بیان کرتے جاتے اکثر دقیق مقامات میں مجھ سے پوچھتے اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ جب میں نفی میں جواب دیتا تو فرماتے ایسے مقام کو ضائع کر رہے ہو کہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔[3]

امام صاحب کی تفسیر میں ایک مستقل تصنیف بھی ہے۔ جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے ہی فتح الباری میں کیا ہے۔[4] اس کتاب میں آپ نے آیات کی تفسیر میں مرفوع احادیث بھی ذکر کی ہیں مگر زیادہ تر صحابہ میں سے حضرات خلفاء اربعہ۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، ابوہریرہ، حضرت عائشہ، ام سلمہ اور تابعین میں سے مجاہد، طاؤس، عکرمہ، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، حسن بصری اور عبدالرحمان بن ابی لیلی وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس کتاب کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

رام پور کے مولانا امتیاز علی عرشی نے امام صاحب کے حالات اور ان کی تفسیر کے اس نسخہ کے متعلق عربی میں ایک پُر مغز مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جو دوسرے علمی مقالات سمیت حیدرآباد سے "المباحث العلمیۃ" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ رام پور کے کتاب خانے میں اس تفسیر کا ایک نسخہ موجود ہے جو اول اور آخر سے ناقص ہے۔ شروع سے سورہ بقرہ کا کچھ حصہ غائب ہے اور آخر سے سورۃ النجم سے لے کر والناس تک نہیں ہے۔ سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی (یعنی موجودہ قرآن) کے مطابق ہے لیکن درمیان سے سورۃ محمد اور سورۃ الدخان کی تفسیر رہ گئی ہے۔ غالباً ان دونوں کی تفسیر میں امام صاحب کے پاس کوئی قابل ذکر مواد نہیں تھا۔ آیات کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے مولانا نے طبع کرنے کی غرض سے اس کی تصحیح اور تحشیہ فرمایا ہے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ طباعت کی نوبت آئی یا نہیں بہر حال یہ تابعین کے زمانہ

[1] تقدمہ ص۵۷ [2] ایضاً ص۱۱۷ [3] ایضاً ص۱۱۶ [4] فتح الباری طبع دہلی ص۳۵ ج ۳

کی قدیم ترین کتاب ہے۔ علم تفسیر میں اس سے پرانی کوئی کتاب نہیں اس کی طباعت یقیناً خیر و برکت اور علم میں بیش قیمت اضافہ کا موجب ہوگی۔

امام صاحب نے اسی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یود احدھم لو یعمر الف سنۃ کی تفسیر یقول احدھما عیش ہزار سال نقل کی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ عجم کی زبان سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے سیکھتے تھے اور حسب ضرورت عجمیوں کی آسانی کے لیے ان کی زبان میں قرآن حکیم کی تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

علم حدیث | حدیث آپ کا مخصوص فن ہے اس میں آپ کو وہ درک حاصل تھا کہ آپ باتفاق شیوخ حدیث "امیرالمومنین فی الحدیث" کے ممتاز لقب سے سرفراز تھے۔ حدیث سے محبت اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ فکر آخرت میں کمال استغراق کی وجہ سے دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ اور کوئی آپ سے کلام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ تو طلبۂ حدیث کسی حدیث کا تذکرہ چھیڑ دیتے۔ یہ سن کر امام صاحب چونک پڑتے تمام خشوع اور وجد ختم ہو جاتا اور آپ حدثنا حدثنا کہہ کر حدیث بیان کرنے میں مصروف ہو جاتے۔[1]

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ اکثر آپ قرأت قرآن اور نماز میں مشغول رہتے تھے۔ جب حدیث کا ذکر آجاتا تو تمام مصروفیتیں چھوڑ کر تعلیم حدیث کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔[2]

علم حدیث میں آپ کے معلومات نہایت وسیع اور مطالعہ بہت گہرا تھا۔ علم میں مزید اضافہ کرنے کے لئے آپ کے پاس گرانقدر اور نہایت بیش قیمت کتب خانہ موجود تھا۔ ایک دفعہ جان کی ہلاکت اور کتب خانہ کے لٹ جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو آپ نے اپنے گھر کا کنواں لکڑی کے برادہ اور مٹی سے بھروا دیا۔ پھر اپنی کتابیں صندوقوں میں بند کر کے اس میں دفن کر دیں جب ذرا کچھ اطمینان ہوا تو اپنے شاگرد ابو عبدالرحمان حارثی اور یزید بن ثور کو ان کے نکالنے کا حکم دیا ابو عبدالرحمان کا بیان ہے کہ ہم نے کتابوں سے بھرے ہوئے نو صندوق کنویں سے باہر نکالے۔ ہر ایک صندوق سینہ کے برابر تھا۔[3]

جب آپ مجلس درس میں احادیث بیان کرنا شروع کرتے تو علم کے دریا بہاتے۔ حاضرین سمجھتے کہ انہوں نے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کچھ نہیں بچا لیکن جب دوسری مجلس میں بیان کرنے

---

[1] تقدمہ ص ۶۵ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۱۱۵

لگتے تو محسوس ہوتا کہ انہوں نے ابھی کچھ کہا ہی نہیں[1]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اگر سفیان، ابراہیم نخعی اور دیگر اجلہ تابعین کے زمانہ میں ہوتے۔ تو وہ لوگ استفادۂ علم حدیث میں ان کے محتاج ہوتے[2]

علی بن مدینی فرماتے ہیں اسنادِ حدیث کا مدار چھ ائمہ حدیث پر ہے۔ امام زہری، عمرو بن دینار، قتادہ یحییٰ بن ابی کثیر، ابو اسحاق اور اعمش پھر ان چھ اماموں کا علم اہل کوفہ میں سے امام سفیان کے پاس جمع ہو گیا ہے[3]

جرح و تعدیل میں درجہ امامت احادیث کی تصحیح و تضعیف اور رواۃ کی جرح و تعدیل میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ بڑے بڑے آئمہ اور شیوخ حدیث اس فن کے دقیق مسائل حل کرنے کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اس ضمن میں چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

(۱) یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں میں نے آپ سے حماد کی حدیث عن ابراھیم قال الرجل یتزوج المجوسیۃ کے متعلق دریافت کیا تو کئی دن تک ٹالتے رہے پھر میرے بار بار اصرار کرنے پر فرمایا یہ حدیث مجھے حماد سے جابر جعفی نے بیان کی ہے تم اس سے کیا امید رکھتے ہو؟ یعنی جابر ناقابل اعتماد ہے[4] اسی جابر کے متعلق فرماتے ہیں میں نے اس سے تقریباً تیس ہزار احادیث سنی ہیں لیکن اگر کوئی مجھے کثیر مال بھی دے تو میں ان میں سے ایک حدیث بھی بیان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں[5]

(۲) زائدہ اور حسین بن عیاش کا بیان ہے۔ ہم امام اعمش کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے وہ جو احادیث ہمیں بیان کرتے ہم رات کے وقت امام سفیان کو سناتے تھے آپ بعض بعض روایات کے متعلق فرماتے یہ اعمش کی حدیث نہیں ہے۔ ہم عرض کرتے انہوں نے آج ہی ہمیں بیان کی ہے۔ آپ فرماتے یقین نہیں آتا۔ تو ان سے جا کر پوچھ لو۔ ہم جا کر پوچھتے وہ تسلیم کرتے کہ امام سفیان نے ٹھیک کہا ہے یہ ہماری حدیث نہیں ہے[5] یعنی اعمش بعض وقت تدریس کرتے تھے اور اپنے شیخ کا نام چھوڑ کر شیخ الشیخ کا نام لے لیتے تھے۔ امام صاحب کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اعمش نے جس شیخ کا نام لیا ہے یہ روایت ان سے بالواسطہ لی ہے۔ خود ان سے نہیں سنی۔ چنانچہ دریافت کرنے پر امام اعمش آپ کی تصدیق فرماتے

(۳) عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں میں نے آپ سے پوچھا عباد بن کثیر کے زہد و ورع سے تو آپ واقف ہی

---

[1] تقدمہ ص۱۱۵ [2] تاریخ بغداد ص۱۶۹ جلد ۹ [3] تقدمہ ص۵۹ [4] تقدمہ ص۶۹ [5] مقدمہ صحیح مسلم ص۱۵

[6] تقدمہ ص۱۷ و تاریخ بغداد ص۱۶۷ جلد ۹۔

ہیں لیکن جب وہ حدیث بیان کرتا ہے تو امرِ عظیم کا ارتکاب کرتا ہے۔ یعنی بے اصل احادیث سناتا ہے۔ کیا میں لوگوں سے کہوں کہ وہ اس سے احادیث نہ سیکھیں۔ فرمایا ہاں ہاں ضرور کہو۔ امام عبداللہ کہتے تھے اس کے بعد جب کسی مجلس میں عباد کا ذکر چھڑتا تو میں اس کے تورع اور عبادت گذاری کی تعریف تو کرتا لیکن حاضرین مجلس کو اس سے حدیثیں حاصل کرنے سے منع کرتا تھا[1]

(۴) کسی نے معلی رازی سے عباد بن کثیر کے استاد محمد بن سعید کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے کہ عیسیٰ بن یونس نے مجھے بتایا ہے کہ میں اس کے مکان پر گیا تو معلوم ہوا کہ امام سفیان اس سے مصروفِ گفتگو ہیں۔ جب باہر نکلے تو میں نے ان سے پوچھا اس کا کیا حال ہے؟ فرمانے لگے یہ کذاب ہے[2]

(۵) فرمایا کرتے تھے اسماعیل بن خالد، عبدالملک بن ابی سلیمان عزرمی اور یحییٰ بن سعید انصاری تمام لوگوں کے حافظ ہیں۔ اور سلیمان تیمی، عاصم احول اور داؤد بن ابی ہند اہل بصرہ کے حافظ ہیں۔ ان تینوں میں عاصم زیادہ قوی الحافظہ ہیں۔ ہمیں سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی وہ علم کا رکن ہیں۔ حبیب بن ابی ثابت سے بھی ہم نے حدیث لی ہے۔ وہ علم حدیث کا ستون ہیں[3]

(۶) عثمان بن زائدہ کہتے ہیں۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا میں آپ کے بعد کس کی صحبت اختیار کروں؟ بولے میں کسی کو نہیں جانتا۔ میں نے عرض کی خدا کے لئے کسی کا نام بتائیے! فرمایا زائدہ بن قدامہ، ابوبکر بن عیاش اور سفیان بن عیینہ ان تینوں سے حدیث لکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے[4] ایک روایت میں ہے میں نے آپ سے پوچھا میں کس سے سماعِ حدیث کروں؟ فرمایا زائدہ اور سفیان بن عیینہ سے میں نے کہا ابوبکر بن عیاش کیسے ہیں؟ بولے اگر تفسیر سیکھنا چاہتے ہو تو ان سے سیکھو[5]

(۷) مہران بن ابی عمر عطار کہتے ہیں میں مسجدِ حرام میں آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ قریب سے عبدالوہاب بن مجاہد گذرا تو آپ فرمانے لگے یہ کذاب ہے[6]۔

(۸) محمد بن کثیر عبدی کا بیان ہے میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے کوئی حدیث بیان کی ایک شخص بولا فلاں شخص نے مجھے اس کے خلاف بیان کی ہے آپ نے پوچھا وہ کون ہے؟ کہنے لگا ابوحنیفہ رح۔ فرمایا احلتنی علی غیر ملی یعنی تم نے مجھے (حدیث میں) ایک نادار اور مفلس شخص کے حوالے کیا ہے[7]

---

۱ مقدمہ صحیح مسلم ص۱۳ ۲ ایضاً ص۱۳ ۳ تقدمہ ص۴۷ ۴ تقدمہ ص۴۳ ۵ تقدمہ ص۳۳ ۶ تقدمہ ص۹ ۷ ایضاً ص۲۶
۸ تقدمہ ص۴۸۔

(۹) عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کسی نے آپ سے ثور بن یزید شامی کے متعلق پوچھا فرمانے لگے اس سے علم سیکھو لیکن اس کے سینگوں سے بچتے رہنا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ وہ تقدیر کا منکر ہے اس سے متاثر نہ ہونا[1]

(۱۰) یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں میں نے آپ سے عبدالاعلیٰ کی محمد بن الحنفیہ کے واسطہ سے بیان کردہ احادیث کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے ان کو ضعیف قرار دیا[2]

فقہ فقہ میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے آپ ان آئمہ مجتہدین میں سے ہیں جن کے مستقل اور الگ الگ مذاہب جاری ہوئے۔ دوسرے فقہا کی طرح آپ کے مسلک کی اتباع کو بھی ہزارہا بندگانِ خدا نے اپنا مقصدِ حیات بنایا۔ یہ لوگ چوتھی صدی ہجری کے آخر تک موجود تھے۔ اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثوری کہلاتے تھے[3] بقول قاضی ابن خلکان سید الطائفہ جنید بغدادیؒ بھی سفیانی تھے[4] سمعانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ دینور میں بہت سے اہل علم سفیانی المسلک تھے[5]۔ سنن نسائی کو روایت کرنے والے امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد بن الحسن الدونی بھی سفیانی تھے[6]۔ آپ کی فقاہت، امامت اور اجتہاد پر سب امت کا اتفاق ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

هو احد اصحاب المذاهب الستة المتبوعة[7] یعنی آپ ان چھ ائمہ فقہاء میں سے ہیں جن کے مذاہب دنیا میں رائج ہوئے۔

قاضی صاحب لکھتے ہیں حدیث اور دیگر علوم میں آپ امامت کے درجہ پر فائز تھے آپ کے تدین تورع زہد اور ثقاہت پر سب لوگوں کا اتفاق ہے اور ائمہ مجتہدین میں آپ کا شمار ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے[8]

حافظ خطیبؒ فرماتے ہیں آپ آئمہ اسلام میں وہ امام ہیں جن کی امامت پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ آپ ہر قسم کے تزکیہ اور تعدیل سے بالا ہیں، حفظ واتقان۔ معرفت علل۔ ضبط احادیث اور زہد وورع میں شہرۂ آفاق حیثیت کے مالک ہیں[9]

وکیع نے بواسطہ شعبہ الحکم اور حماد سے ایک حدیث بیان کرکے حاضرین درس سے پوچھا آپ کے نزدیک حکم اور حماد زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ جب کسی نے جواب نہ دیا تو بولے کان سفیان بحراً یعنی

[1] تقدمہ ص۸۲ [2] ایضاً ص۸ [3] شذرات الذہب ص۱۵۱ ج۱ [4] ابن خلکان ص۲۱ ج۱ [5] کتاب الانساب ورق ص۱۱۸

[6] شذرات ص۳ جلد۲ [7] تہذیب الاسماء واللغات ص۲۲۳ ج۱ [8] ابن خلکان ص۲۱ ج۱ [9] تاریخ بغداد ص۱۵۲ ج۹

سفیان علم کا بحر مواج تھے۔[1]

جرح و تعدیل کے چوٹی کے امام حضرت یحیٰی بن سعید قطان، امام سفیان کو نہ صرف حدیث، فقہ اور زہد میں بلکہ جملہ خصائل خیر میں امام دار الہجرت حضرت امام مالک پر مقدم سمجھتے ہیں۔[2]

پیشوایانِ مذاہب اربعہ کے چوتھے رکن حضرت امام احمد فرماتے ہیں میرے دل میں امام سفیان سے پہلے کسی کا درجہ و مقام نہیں ہے۔[3]

حضرت امام شعبہ اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ در حقیقت اصحابِ مذاہب تین ہی ہیں۔ حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ میں حضرت امام شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور حضرت امام سفیان ثوریؒ اپنے وقت میں۔[4]

"سفیانی" مسلک کے عدم شیوع کی وجہ فقہ و حدیث میں مجتہدانہ بصیرت اور تفوق کے باوجود ان کا مسلک دوسرے مذاہب کے دوش بدوش زندہ نہیں رہ سکا۔ اس کی تین وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) مصر کے مشہور زمانہ محدث اور فقیہ امام لیث بن سعدؒ اور شام کے رئیس المحدثین والفقہاء حضرت امام ابو عمرو عبدالرحمان اوزاعی کی طرح ان کے تلامذہ نے ان کے مذہب کو مدون نہیں کیا (۲) خود امام سفیان نے دوسرے آئمہ کی طرح اپنے مسلک پر کوئی قابلِ ذکر تصنیف نہیں چھوڑی (۳) ان کے بعد ان کے مسلک کی تدریساً و تصنیفاً نشر و اشاعت کی طرف پوری توجہ مبذول نہیں کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ چوتھی صدی ہجری کے بعد ان کا مسلک ختم ہو گیا۔ اور اس کی جگہ مذاہب آئمہ اربعہ نے لے لی۔ اب دنیا کے کسی خطہ میں "سفیانی" موجود نہیں ہیں۔ اور نہ ان کی فقہ کی کوئی مستقل کتاب ملتی ہے۔ ہاں جامع ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں ان کے اجتہادات اور فتاوے کے نمونے بکثرت مل جاتے ہیں

حساب دانی آپ کو علم حساب میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی اکثر اس فن کی پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کے لئے لوگ آپ کی خدمات حاصل کرتے تھے اور آپکے فیصلہ کو حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا ذیل کے واقعات اس پر شاہد ہیں

ایک دفعہ آپ کے شیخ امام ابو اسحاق سبیعی کو خوارزم شہر میں واقع اپنی جائیداد کی وراثت تقسیم کرنے میں الجھن پیش آئی تو انہوں نے آپ کو شہر رے میں مدعو کیا۔ اور تقسیم وراثت کا کام آپ کے سپرد کیا جب فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ کو اس کی اجرت بھی دی۔[5] محمد بن مہران کہتے ہیں۔ شہر رے میں ایک مشہور

[1] تقدمہ ص۵۶ [2] تاریخ بغداد ص۱۶۴/ج۹ [3] تذکرہ ص۱۹۱/ج۱ [4] البدایہ والنہایہ ص۱۳۴/ج۱۰ [5] تقدمہ ص۱۰۳

حساب واں حجاج نامی رہتا تھا۔ وہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے علم حساب کا ایک لاینحل مسئلہ پیش کیا۔ آپ سن کر بولے تم نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا۔ اس کورے میں رہنے والے حجاج نام ایک شخص کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ بولا جناب! میں ہی حجاج ہوں یہ سن کر آپ نے خوش آمدید کہا اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ پھر اس سے حساب کے دس مسئلے پوچھے جب وہ جواب دے چکا تو آپ نے فرمایا تم نے ان تمام سوالات کے جوابات غلط دیئے ہیں[1]

ایک دفعہ امام ابو اسحاق سبیعی نے اپنے تلامذہ سے تقسیم میراث کے متعلق ایک سوال پوچھا جسے حل کرنے سے سب عاجز رہے۔ شیخ فرمانے لگے نوجوان ثوری اسے حل کرے گا۔ یہ کہا ہی تھا کہ اتفاق سے ثوری بھی آگئے شیخ نے ان سے مخاطب ہو کر وہی سوال دہرایا بولے آپ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا فلاں قول بیان فرمایا تھا اور الاعمشؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے اور فلاں صاحب کی یہ رائے ہے شیخ نے "تلامذہ سے کہا یوں حل کیا کرتے ہیں۔ اس طرح محنت اور توجہ سے کیوں کام نہیں لیتے[2]

اعتقادی مسلک اگرچہ آپ کو ابن ندیم وغیرہ نے زیدی شیعوں میں شمار کیا ہے مگر ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ امام صاحب پہلے "تشیع" کی طرف ضرور مائل تھے لیکن جب بصرہ پہنچ کر امام ایوب سختیانیؒ اور ابن عونؒ وغیرہ محدثین عظام سے علم حدیث سیکھا تو آپ نے یہ مسلک چھوڑ کر مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا[3]۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی "مسلک تشیع" سے امام صاحب کا رجوع ذکر کیا ہے[4]

واضح رہے آپ کے شیعہ ہونے کا وہ مطلب نہیں جو آج کل شیعہ کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے بلکہ اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل سمجھتا تھا جو عثمانی کہلاتا تھا۔ دوسرا گروہ اس کے برعکس حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتا تھا۔ یہ گروہ شیعہ کہلاتا تھا۔ اور عراق کا مشہور شہر کوفہ ان کا مرکز تھا۔ ظاہر ہے، اس دور میں اس خیال کے لوگ قدرتاً وہاں زیادہ ہی ہوں گے۔ پس کوفہ کی فضا سے تاثر۔ نیز شاید یہ اس وجہ سے بھی ہو کہ بقول زید یہ امام ثوری، زید بن علی (جن کی طرف زیدی منسوب ہیں) کے شاگرد بھی تھے۔ اس بنا پر آپ ابتدا میں حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ ایک سوال کے جواب میں آپ نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے طبقات حنفیہ میں کفوی لکھتے ہیں۔

---

[1] تفدمہ ص۱۲۵ [2] تاریخ بغداد ص۱۶۳ جلد۹ [3] المنتخب من ذیل المذیل فی اخبار الصحابہ والتابعین لابن جریر ص۱۲۲ ملحقہ تاریخ طبری طبع مصر جلد ۸ [4] منہاج السنۃ ص۲۰۲ ج۲

انہ سئل مرۃ عن عثمان وعلی فقال اھل البصرۃ یقولون بتفضیل عثمان و اھل الکوفۃ بتفضیل علی قیل لہ فانت قال انا رجل کوفی[۱]

ایک دفعہ کسی نے آپ سے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے اہل بصرہ حضرت عثمانؓ کو افضل سمجھتے ہیں۔ اور اہل کوفہ حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ کہا گیا آپ کی کیا رائے ہے؟ بولے میں بھی کوفہ کا رہنے والا ہوں۔

لیکن تحصیل حدیث کے بعد آپ نے اس ترجیح سے رجوع اختیار کر لیا۔ اور عام اہل حدیث کی طرح حضرت عثمان کی فضیلت کے قائل ہو گئے۔ آپ کے "تشیع" چھوڑ کر اہل حدیث ہونے کا یہی مطلب ہے ورنہ کتب حدیث، کتب فقہ اور ان کی شروح پر عبور رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ موجودہ متعارف شیعہ مذہب سے ان کا کبھی کسی قسم کا تعلق نہیں رہا ہے۔ آپ اہل سنت کے متفق علیہ امام ہیں اور اسی مسلک کی نشر و اشاعت میں آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گذرا ہے بلکہ جہاں تک صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا تعلق ہے اس میں تو آپ کا صاف صاف فتوےٰ ہے

من قدم علیا علی ابی بکر ما اری ان یصعد لہ عمل[۲]

یعنی جو کوئی حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ پر مقدم جانے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ عقائد کے سلسلے میں ان کا ایک جامع بیان ذیل میں درج کر دیں۔ جو آپ نے اپنے ایک شاگرد کو لکھوایا تھا۔ حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

"شعیب بن جریر نے امام سفیان سے کہا، سنت رسولؐ کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتلایئے جس سے مجھے نفع ہو اور جب میں خدا تعالےٰ کے سامنے جاؤں تو کہہ سکوں خدایا! یہ بات مجھے سفیان نے بتائی تھی۔ میری نجات ہو جائے اور اس کی ذمہ داری آپ پر عائد ہو فرمانے لگے لکھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قرآن حکیم اللہ تعالےٰ کا کلام غیر مخلوق ہے اسی کی طرف سے شروع ہوا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ جو شخص اس کے خلاف اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے اور کم و بیش ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق علی الاطلاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سراً پڑھنا افضل ہے

[۱] طبقات حنفیہ بحوالہ المباحث العلیہ ص ۱۶۹ [۲] منہاج السنہ ص ۷۷ ج ۴

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ہر عادل یا ظالم بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر کفار سے جہاد کرنا قیامت تک جاری ہے۔ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ شعیب نے پوچھا تمام نمازیں ہر نیک اور بد کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔ بولے نہیں صرف نماز جمعہ اور نماز عید کا یہ حکم ہے۔ باقی نمازوں میں تمہیں اختیار ہے وہ اسی شخص کے پیچھے پڑھو جس کے سنت پر کاربند ہونے کا تمہیں یقین ہے جب خدا تعالےٰ کے سامنے جاؤ اور ان چیزوں کے متعلق تم سے دریافت کیا جائے تو صاف صاف کہہ دینا خدایا! یہ باتیں مجھے سفیان ثوری نے بتائی تھیں پھر مجھے اللہ تعالےٰ کے سپرد کر کے الگ ہو جانا۔"[۱]

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقائد میں آپ دوسرے ائمہ حدیث کے مسلک پر تھے۔ شیخین کو تمام خلفاء سے افضل سمجھتے تھے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی سے یکساں محبت کرتے تھے اگرچہ آخر میں حضرت عثمانؓ کی نضیلت کے قائل ہو گئے تھے۔ جیساکہ امام ابن جریر اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے اوپر گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بیان میں آپ نے فرمایا ہے "خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہے اس کا قدم جادۂ اعتدال سے ڈگمگا گیا ہے۔[۲]

صفات باری تعالےٰ کو آپ جملہ محدثین کی طرح بلا تاویل اور تشبیہ مانتے تھے۔[۳] حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

قد بث هذا الامام كثيرا من احاديث	یعنی آپ بکثرت احادیث صفات کے راوی ہیں۔
الصفات ومذهبه فيها الاقرار والامرار	اور آپ کا مسلک ان کو ظاہر پر رکھنا اور تاویل نہ کرنے
والكف عن تاويله	کا تھا۔

تاہم اللہ تعالےٰ کی معیت اور اس کے قرب کا مطلب آپ کے نزدیک معیت و قرب علمی ہے۔[۴] آپ کو مرجئہ فرقہ سے جو ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس میں کمی بیشی تسلیم نہیں کرتے سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ ان کا ایک آدمی مر گیا تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔[۵]

(باقی)

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ص۱۹۳ جلد اول [۲] الکواکب الدریہ ص۲۰۶/۱ بحوالہ المباحث العلیہ ص۱۰ [۳] الملل والنحل للشہرستانی ص۲۶ جلد اول طبع مصر ص۱۹۲۳ [۴] کتاب العلو للذہبی ص۱۲۷ [۵] طبقات ابن سعد بحوالہ مذکور۔